قاری محمد یوسف
سعودی عرب

مولانا محمد گل شیرؒ کی شہادت......ایک اعترافی بیان

ممتاز مجاہدِ آزادی حضرت مولانا محمد گل شیر شہید رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۹۹ء۔۱۹۴۴ء) ہمارے مرحوم ماضی کی ایک نام ور دینی اور قومی شخصیت تھے۔ جنھیں سننے، دیکھنے اور جاننے والے لوگ اب بھی بڑی تعداد میں زندہ ہیں۔ مولانا محمد گل شیر کا شمار اُن معدودے چند قومی رہنماؤں میں کیا جاسکتا ہے، جنھوں نے بالخصوص پنجاب میں ہندوؤں کے معاشی تسلط اور ہندو بنیوں کی اقتصادی لوٹ کھسوٹ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مولانا ظفر علی خان اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد مولانا محمد گل شیر خان وہ نمایاں شخصیت تھے جنھوں نے ہندوؤں کی معاشی برتری کو ختم کیا اور مسلمانوں کو تجارت کی جانب مائل کر کے انھیں اقتصادیات کے شعبے میں مضبوطی کے ساتھ کھڑا کیا۔

۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر شہیدؒ نے مجلس احرار اسلام میں شمولیت اختیار کی اور سرگودھا، میانوالی، جہلم، چکوال، خوشاب اور اٹک کے اضلاع میں تحریکِ آزادی کا پرچم بلند کیا۔ حالاں کہ مذکورہ اضلاع میں انگریز نواز سرداروں اور وڈیروں کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ انگریزوں کے خلاف زبان سے ایک لفظ نکالنا بھی بغاوت کے مترادف اور لائقِ گردن زدنی تھا لیکن مولانا گل شیر نے تمام قدغنوں کے باوجود پوری استقامت سے اعلائے کلمۃ الحق کیا۔ ۱۹۴۳ء میں کالاباغ کے رئیسوں کے عوام پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خلاف باقاعدہ تحریک چلائی۔ جس کے نتیجے میں ضلع میانوالی میں مجلس احرار کے جلسوں اور احرار رضا کاروں کے کالاباغ میں داخلے پر پابندی لگادی گئی۔ رئیسانِ کالاباغ نے اس تحریک کو اپنی امارت اور انگریز سامراج کے لیے خطرے اور عوامی انقلاب سے تعبیر کیا۔ نتیجتاً مئی ۱۹۴۴ء میں نواب کالاباغ کے حکم پر مولانا گل شیر کو اپنے گھر (ملہووالی ضلع اٹک) میں رات کو نیند کے عالم میں فائرنگ کر کے شہید کردیا گیا۔ مولانا کی اس مظلومانہ شہادت پر کانگریس، مسلم لیگ اور جمعیت علماء ہند سمیت تمام سیاسی اور دینی حلقوں نے شدید احتجاج کیا۔ لیکن انگریز کی حکمرانی کے ہوتے ہوئے کسی کو بھی اصل قاتلوں پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ مجلس احرار اسلام اور مولانا گل شیر کے اعزہ نے مولانا کے قتل میں نواب کالاباغ کو ہی ملوث قرار دیا تھا۔

زیرِ نظر مضمون میں درج مولانا گل شیر شہید کے قاتل نواب خان کے اعترافی بیان نے مولانا کے قتل میں نواب کالاباغ کے پس پردہ کردار کی تصدیق کردی ہے۔ محترم قاری محمد یوسف صاحب کے اس چشم کشا اور انکشاف آمیز مضمون نے نصف صدی قبل کی یادوں کو تازہ کردیا ہے۔ جسے پڑھ کر اس حقیقت کی نقاب کشائی بھی ہوتی ہے کہ قتل ناحق کے مرتکبین وقتی طور پر چھپ تو سکتے ہیں لیکن آخر کار اُن کا گھناؤنا کردار، تاریخی حقائق اور زمینی صداقتوں کے ساتھ واضح ہوکر رہتا ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار (ادارہ)

عمر ان کی قریباً ۹۰ سال تھی۔ سفید داڑھی، گورا رنگ، دراز قامت ......یہی کوئی ساڑھے چھے فٹ قد، جسم سڈول، بھرا بھرا اور پھرتیلا۔ بائیں آنکھ پوری نہیں کھول پاتے تھے۔ ان کا نام تھا حاجی نواب خان۔ حاجی صاحب نواب امیر محمد خان آف کالا باغ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ۱۹۶۷ء میں جب میں نے انھیں دیکھا' وہ پنڈی گھیپ کی مسجد ''دارے والی'' میں پچھے کی چھے نمازیں پابندی سے پڑھنے آتے تھے۔ جی ہاں......حاجی صاحب تہجد گزار تھے۔ وہ مسجد کے پڑوسی تھے۔ یا یوں کہہ لیں کہ مسجد ان کی پڑوسی تھی۔ مسجد سے متصل وسیع وعریض رقبہ اُنھی کا تھا۔ ایک سو کنال سے کم تو نہیں' البتہ کچھ بڑھ کر ضرور تھا۔

حاجی صاحب کا رعب اور دبدبہ بہت تھا۔ لوگ ان کے ڈیرے پر حاضر ہوتے تو خاموش، باادب ہو کر فرش پر جا بیٹھتے۔ ان کے برابر میں بیٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ مسجد ''دارے والی'' کے خطیب اُس زمانے میں مولانا نورزمان مرحوم تھے جو فاضل دیوبند تھے۔ مولانا اصلاً ''نَکّہ تُو ت'' کے تھے لیکن پنڈی گھیپ میں خطابت مل گئی اور یہیں ایک سکول میں عربی ٹیچر ہو گئے تو مسجد کے قریب اپنا مکان خرید کر مستقلاً آباد ہو گئے تھے۔ ۱۹۶۷ء میں' دارے والی مسجد میں صرف حفظ قرآن کا درجہ تھا۔ درجہ کتب کی تعلیم نہیں تھی اور مدرس تھے قاری نور محمد صاحبؒ۔ قاری صاحب ''کھڑپہ'' (ڈھوک مندریاں والی) کے رہنے والے تھے۔ یہ جگہ پنڈی گھیپ سے لگ بھگ سات آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ مولانا نورزمانؒ اور قاری نور محمدؒ......دونوں ہی صاحبان سے حاجی نواب خاں صاحب کچھ زیادہ ''بے تکلف'' نہیں تھے۔ لیکن حاجی صاحب طلباء کے حال پر بہت مہربان تھے۔ وہ اکثر طالب علموں میں گھل مل کر بیٹھ جاتے۔ طلباء میں اکثریت مسافرین کی تھی۔ اور کل تعداد ان کی شاید پچیس (۲۵) تھی۔ اِنھی میں سے ایک طالب علم میں بھی تھا۔

میں دارے والی مسجد میں کیسے پہنچا؟ میرا علاقہ مظفر آباد آزاد کشمیر کا ہے۔ ہمارے گاؤں کا نام ''کڑیاں'' ہے جسے عموماً کڑیاں دراڑ کہتے ہیں۔ یہ جگہ وادیٔ نیلم میں' مظفر آباد سے کوئی دس کلومیٹر کے فاصلے پر اٹھمقام کی جانب واقع ہے۔ ہمارے علاقے میں' ۱۹۶۲ء میں قاری نور محمد صاحبؒ تدریس قرآن کے لیے تشریف لائے۔ بمشکل دو سال وہ یہاں ٹھہرے اور پھر پنڈی گھیپ چلے آئے۔ لیکن قاری صاحب کی شہرت اور نیک نامی دیر تک باقی رہی۔ ۱۹۶۷ء میں' جب کہ میں آٹھ پارے حفظ کر چکا تھا' تجویز ہوا کہ مجھے پنڈی گھیپ میں قاری صاحب کی خدمت میں جا کر حفظ پورا کرنا ہے تو میں نے بصد شوق لبیک کہا اور دارے والی مسجد پہنچ گیا۔ میری عمر قریباً اٹھارہ سال کی تھی۔

دارے والی مسجد اور حاجی نواب خان صاحب کے حوالے سے ایک یادایسی ہے جو بہت تاریخی نوعیت کی ہے۔ حاجی صاحب ہم طلبہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ ہم سے بے تکلف گپ شپ کرتے تھے۔ لیکن ایک بات وہ اکثر ہمیں سناتے اور پھر ہمیشہ ہی اس پر اشک بار بھی ہو جاتے۔ اُن پر بے اختیار گریہ طاری ہو جاتا۔ ڈاڑھی ان کی آنسوؤں سے تر

ہو جاتی۔ حاجی صاحب کہتے تھے بیٹا! میں نے اڑتالیس قتل کیے ہیں۔ یہ سب لوگ غلط قماش کے تھے اور قتل ہونے چاہئیں تھے، ماسوائے ایک کے۔ بیٹا! میں نے مولانا گل شیر کو قتل کیا تھا۔ میں نواب امیر محمد خان کا دست راست اور خاص معتمد تھا۔ مولانا نے کوئی تقریر کی۔ نواب صاحب نے ہمیں کہا ''کل تک اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔'' نواب صاحب کا کہا ہمیشہ پورا ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم نے پروگرام بنالیا۔ رات گئے ہم مولانا کے گھر پہنچ گئے۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر گئے تھے۔ مولانا کا چھوٹا سا گھر تھا۔ مولانا سوئے ہوئے تھے۔ پاس ہی چارپائی پر ان کا بچہ سویا ہوا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ مولانا کو نشانے پر رکھتے تو بچہ بھی زد میں آتا تھا۔ جگہ بہت تنگ تھی۔ خاصی دیر تو ہم اس انتظار میں رہے کہ مولانا اپنی جگہ سے آگے پیچھے ہوں تو ہم اپنی کارروائی کریں۔ لیکن آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ اب زیادہ دیر انتظار کرنے کی بجائے مشن مکمل کیا جائے۔ میرا نشانہ نہایت پختہ تھا۔ چنانچہ میں نے تاک کر مولانا پر فائز کیا۔ کارتوس فائر۔ مولانا شہید ہو گئے۔ بچے کو کچھ نہیں ہوا۔ یہ واقعہ سنا کر حاجی صاحب بے اختیار رونا شروع کر دیتے۔ ہم سے کہتے بیٹا! میری مغفرت کے لیے دعا کرو۔ اللہ مجھے معاف کر دے۔ یہ قصہ حاجی صاحب نے بارہا ہمیں سنایا اور اسی کیفیت میں ڈوب کر سنایا۔

۱۹۶۸ء میں، میں نے حفظ کرنے کے بعد مکھڈ کی راہ لی۔ وہاں سال بھر مدرسہ تعلیم القرآن میں گردان کی۔ وہاں ہمارے استاد حافظ محمد یوسف صاحبؒ تھے۔ اُن کا تعلق ملہووالی سے تھا۔ آج کل اُنھی کے بیٹے حافظ عبدالوہاب مدرسے کے مہتمم ہیں۔ ۷۰-۱۹۶۹ء کے دو سال، لاہور میں مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار (رنگ محل) میں گزرے۔ وہاں قاری اظہار احمد تھانوی صاحبؒ ہمارے استاد تھے۔ لاہور سے واپس مظفر آباد پہنچا۔ سال بھر قرآن پڑھایا۔ پھر تین سال رینالہ خورد (ضلع ساہیوال) میں مدرسی کی۔ وہاں سے دوبارہ مظفر آباد آیا۔ دس سال تک سکول ٹیچر رہا۔ ۱۹۸۴ء میں سعودی عرب چلا آیا۔ تب سے یہیں ہوں۔ امامت اور تدریس کی خدمت میں۔ منطقہ تبوک میں ایک شہر ہے ''املج''۔ پچھلے تیئس (۲۳) سال اسی شہر کی نذر ہوئے ہیں۔

۲۰۰۲ء میں املج میں ایک صاحب پاکستان سے وارد ہوئے۔ تعارف پر معلوم ہوا کہ آپ سید ذوالکفل بخاری ہیں۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نواسے ہیں۔ پاکستان میں، کسی کالج میں انگریزی کے لیکچرار ہیں اور اب سعودی وزارت تعلیم میں، کنٹریکٹ پر، بطور استاد تشریف لائے ہیں۔ بخاری صاحب سے اکثر ملاقات رہنے لگی۔ آدمی مجلسی بھی ہیں اور معلوماتی بھی۔ ایک روز اچانک میرے منھ سے یہ قصہ حاجی نواب خان صاحب اور مولانا گل شیر کی شہادت کا نکل گیا۔ بخاری صاحب فوراً سنبھل کر بیٹھ گئے۔ کہا: یہی باتیں دوبارہ بیان کرو۔ بیچ بیچ میں کچھ سوال بھی پوچھے۔ آخر میں کہنے لگے ''کیا بہتر نہیں ہوگا کہ اس تفصیل کو کہیں چھپوا دیا جائے۔ آپ کی زبانی تاریخ کی ایک بہت اہم گواہی محفوظ ہو جائے گی۔'' مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا؟

سچی بات تو یہ ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں نہ اس طرح کی باتوں میں ہمارے لیے دلچسپی تھی، نہ اُن کی اہمیت کا کچھ شعور تھا۔ بہت بعد میں حضرت مولانا محمد گل شیر شہید (رحمتہ اللہ علیہ) کی شخصیت سے آگاہی ہوئی۔ تب تک حاجی نواب خان انتقال کر چکے تھے۔ اُن کا انتقال شاید ۱۹۶۹ء یا ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ کئی باتیں' جزئیات اور تفصیلات کی قبیل کی' اب بھول بھی گئی ہیں۔ لیکن حاجی صاحب کی گفتگو' ان کا اندازِ گفتگو، اُن کی شخصیت، اُن کی نشست برخاست اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ چار باڈی گارڈ ہر وقت ان کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک اُن کا خاص الخاص بھروسے کا آدمی تھا' حیات محمد۔ ایک صاحبزادے ان کے' اس زمانے میں تحصیل دار تھے۔ حاجی صاحب سواری کے لیے گھوڑا استعمال کرتے تھے۔ اکثر ''ٹانویں'' کی طرف آمد و رفت رہتی تھی۔ یہ جگہ پنڈی گھیپ سے قریب ۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوگی۔ ایک خاص بات یہ بھی یاد ہے کہ حاجی صاحب کے سفر اسفار اور آمد و رفت کی خبر ہمیشہ خفیہ رکھی جاتی تھی۔ اور سفر بھی وہ رات کو کرتے تھے۔

ایک بات اور بھی یاد آ گئی۔ ایک بار حاجی صاحب کے یہاں ایک آدمی...... جواں سال، تنومند اور خوبرو سا آ ٹھہرا۔ ہمیں بتلانے لگے کہ یہی وہ ''نوکر'' ہے جو نواب کالاباغ اور ان کے بیٹے کے مابین نزاع اور رنجش کا باعث ہوا اور نواب صاحب کے قتل کا سبب بنا۔ نواب صاحب نے غالباً اُسے اپنا داماد بنانے کا فیصلہ کیا تھا' جس پر چھوٹے نواب مشتعل ہو گئے۔

آج چالیس سال بعد...... یہ یادیں' ذوالکفل بخاری صاحب کی دلچسپی اور تحریک کی بدولت' تحریراً محفوظ ہو رہی ہیں۔ بخاری صاحب اِسے حضرت مولانا شہید کے سوانح حیات کا حصہ بنانا چاہتے تھے' سو ہم نے سرِ تسلیم خم کر لیا۔

(اُملج: ۱۵/مئی ۲۰۰۷ء)

گجرات میں مرکز احرار، مدرسہ و مسجد ختم نبوت کا قیام

ضلع گجرات نیو ماڈل ٹاؤن میں مسجد احرار کے قیام کے لیے ایک صاحب نے ایک کنال جگہ وقف کی اس کا سنگِ بنیاد ۶/ نومبر ۲۰۰۶ء کو امیر مجلس احرار اسلام پاکستان ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نے رکھا۔ اللہ پاک نے سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی آرزو کو پورا کیا۔ احباب و مخلصین اس دینی مرکز کی تعمیر میں تعاون فرمائیں۔

الداعی: حافظ ضیاء اللہ قریشی۔ منتظم مدرسہ محمودیہ ناگڑیاں ضلع گجرات

فون: 053-7650025۔ موبائل: 0301-6221750